مولانا ظفر اللہ شفیق *

خادم الدین حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ

کچھ یادیں، کچھ باتیں

(ہمدرد سنٹر لاہور میں تذکرہ اسلاف کے حوالے سے منعقدہ ایک سیمینار میں پڑھا گیا مقالہ خصوصی)

برعظیم کے ماحول میں ظلمتوں کا راج تھا، ظن و ہوئی کی پیروی ہوتی تھی، بدعات نے گھر گھر ڈیرے ڈالے ہوئے تھے، شرکیہ رسوم اور جاہلی طریقے معاشرے میں رواج پذیر تھے..... ایسے میں ایک پرجوش اور پرہوش آواز بلند ہوتی ہے: '' مسلمانو! تمہارا دین اسلام ہے، اور اسلام قرآن وسنت کا نام ہے۔ فلاح چاہتے ہو تو قرآن وسنت کی طرف پلٹ آؤ!'' یہ تجدیدی آواز شاہ ولی اللہؒ کی تھی۔

مخالفت اور مخاصمت کے طوفان کے باوجود شاہ صاحبؒ اور ان کے بابرکت خانوادے نے قرآن وسنت کا پیغام عام کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کی۔

شاہ ولی اللہؒ کے علم وحکمت نے دیوبند میں دارالعلوم کی شکل اختیار کر لی اور دارالعلوم سے یہ تجدیدی آواز ایک تحریک بن کر دنیا میں پھیلی۔ تو دیوبندی تحریک دراصل قرآن وسنت کے احیا کی تحریک ہے۔

اس تحریک نے یہ جذبہ عام کیا کہ ایک مسلم کو اپنی زندگی قرآن وسنت کے زیر سایہ بسر کرنی چاہیے۔ اس تحریک نے یہ شعور بخشا کہ ہمارے فکر کا منبع صرف قرآن اور ہمارے عمل کا ماخذ صرف سنت ہونا چاہیے۔

اس تحریک نے تصوف کے نام سے پھیلی ہوئی خرافات کا قلع قمع کیا اور بتلایا کہ حقیقت صرف قرآن ہے اور طریقت صرف سنت ہے۔

اس تحریک نے دجالوں اور کذابوں کے جنگل میں پھنسے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ کہنے کا حوصلہ دیا کہ ہر شخصیت اور ہر شخص کا قول وعمل قرآن وسنت کے تابع ہے، قرآن وسنت کسی کے تابع نہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے جن فرزندوں نے اس تحریک کی آبیاری میں اپنی پوری پوری زندگیاں کھپائیں، ان میں

* شعبہ اسلامیات، اسلامیہ کالج، لاہور۔ خطیب مسجد خالد، کیولری گراؤنڈ لاہور

ایک عظیم لیکن گمنام شخصیت مولانا محمد اسحاق قادریؒ کی ہے۔

آپ سچے اور کھرے دیوبندی تھے چنانچہ قرآن وسنت' آپ کا صرف قال نہیں بلکہ حال تھا' قال سے حال کا یہ سفر بڑا دل گداز بھی ہے اور جاں نواز بھی' یہ نوجوانوں کے لئے داستان نصیحت بھی ہے' اور پیام ہمت واستقامت بھی' ان تذکروں سے جذبہ عمل جواں ہوتا ہے' اور دلوں کو ثبات ملتا ہے' اس لئے جس نے کہا' بالکل سچ کہا کہ' صالحین کی حکایات لشکر الہیٰ ہوتی ہیں۔

تو آیئے! حضرتؒ کے حالات وواقعات اور فرمودات سے اپنے لئے ہدایت کی کرنیں تلاش کرتے ہیں۔

جوہری کی تراش خراش ایک پتھر کو دلربا ہیرا بناتی ہے تو شیخ کی تربیت کسی شخص کو شخصیت عطا کرتی ہے' فیاض نظر کے بغیر راہ سلوک پر قدم اٹھانا نہایت دشوار ہوتا ہے۔

حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ کی شخصیت اپنے شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی پاکیزہ شخصیت کا عکس جمیل تھی۔ فنافی الشیخ کا مقام حضرتؒ کی اداؤں سے سمجھ آتا تھا۔

☆ آپ ۴ مارچ ۱۹۱۶ء کو لاہور کی مضافاتی بستی باغبان پورہ میں پیدا ہوئے۔ والد محترم نے ۱۹۲۷ء میں حضرت شیخ التفسیر کی خدمت میں شیرانوالا دروازہ پہنچایا' ولایت کی پہلی نظر ایسی پراثر ہوئی کہ آپ تاحیات یہیں کے ہو رہے!

۱۹۳۰ء تک ابتدائی تعلیم انجمن خدام الدین کے مدرسے میں حاصل کی' پھر شیخ ہی کے مشورے سے ۱۹۳۱ء میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔ موقوف علیہ تک وہیں پڑھا۔ اس اثناء میں علالت طبع کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۴۲-۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور یہ بھی اپنے شیخ کے مشورے سے' یہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دوسرے اساتذہ کرامؒ سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔

☆ اپنے شیخؒ سے آپ کو کتنی محبت تھی' اس کا اندازہ ایک خط سے ہوتا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر نے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی معیت میں سہارن پور آنا تھا' آپ دیدار کے انتظار میں تھے' لیکن پروگرام اچانک تبدیل ہوگیا۔ شیخؒ نہ آسکے اور اطلاع بھی نہ ہوسکی۔ اس پر آپ شیخ کو لکھتے ہیں:

''حضور کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ آپ کئی روز ہوئے تشریف لے گئے ہیں۔ اس خبر سے آج سارا دن احقر پر جو گزری ہے وہ احقر ہی جانتا ہے یا خداوند قدوس کو علم ہے۔ کسی چیز کو طبیعت نہیں چاہتی' غم کا پہاڑ سر پر پڑا ہے' ۹ بجے کے بعد سے کتاب بالکل پڑھی نہیں جارہی''

ادھر محبت بے پناہ تھی تو ادھر شفقت بے انتہا تھی' مختلف خطوط سے شیخ کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

"عزیز القدر سعادت اثر مولوی محمد اسحاق زیدت سعادتکم"

''بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہوں کہ آپ کو دُنیوی اور اخروی مقاصد میں کامیاب فرمائے''

''اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہیں عالم باعمل بنائے اور اپنے مخلص بندوں میں شامل فرمائے''

''اپنے اسباق کے علاوہ ذکر الٰہی کا بھی خیال رکھیں اور علم کے ساتھ عمل کا بھی خیال رہے' آوارہ مزاج طلبہ کی صحبت سے پرہیز رہے' اساتذہ کی اطاعت کر کے دعائیں لیں' یہی باتیں قبولیت کا باعث ہوں گی''

''بیٹا! میں تم سے خوش ہوں اور تمہارے حق میں صلاحیت اور سعادت مزیدہ کی دعا کرتا ہوں۔ جو وظیفہ بتلایا ہوا ہے' اسے کم وبیش ضرور کیا کریں''

''روحانی تعلق جسمانی تعلق سے کم قابل قدر نہیں ہوتا' لہذا جس طرح مجھے انور (مولانا عبیداللہ انورؒ) کی راحت سے سرور اور تکلیف سے صدمہ ہوتا ہے' اسی طرح آں عزیز کی تکلیف سے صدمہ ہوتا ہے' اور فوری شفا کا متمنی اور داعی رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قال اور حال میں حظ وافر عطا فرمائے''۔

☆ محبت اور شفقت کے اس روحانی ربط کے ساتھ آپ دارالعلوم سے واپس شیرانوالا دروازہ پہنچے اور ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۴۱ھ کو شیخ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور یہ مبارک ہاتھ اس قدر مضبوطی سے تھاما کہ موت بھی اسے جدا نہ کر سکی' جنازے میں ہجوم کی کثرت سے پاؤں شدید زخمی ہو گئے لیکن آخر تک شیخ کی پائنتی نہیں چھوڑی۔

شیخؒ کی حیات میں حجرہ شریفہ کے باہر ایک تختی لٹکی رہتی تھی کہ ''انتظار کیجئے' نماز کے وقت ملاقات ہوگی'' وفات کا آپ کے قلب وذہن پر شدید اثر تھا' ایک شب خواب میں زیارت ہوئی' مسکراتے ہوئے فرمایا: مولوی اسحاق! اب تو انتظار نہیں کرنا پڑے گا..... یہ فرمانے کے ساتھ ساتھ بوجھ اتر گیا۔ گویا عناصر کی قید ختم ہوئی' اب جب چاہو مل لو:

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکا لی دیکھ لی

اسی سال آپ نے شیخ سے دورہ تفسیر پڑھا اور اعلیٰ درجے میں کامیاب ہوئے۔ پھر حضرتؒ کے حکم سے دارالافتا میں مفتی کے طور پر کام کیا' ترجمہ قرآن عزیز میں شیخ کے ساتھ تحریر وتصحیح کی خدمت انجام دی' آپ مستند طبیب بھی تھے' چنانچہ انجمن خدام الدین کے مطب کی ذمہ داری بھی آپ کے کندھوں پر تھی۔

شیخؒ کو آپ پر اعتماد اتنا تھا کہ ۱۹۴۷ء میں جب شیخؒ کے اہل وعیال گوٹھ پیر جھنڈا میں منتقل ہو گئے تو چھ ماہ آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ شیخؒ کے بیت مبارک میں رہے اور ہمہ وقت خدمت کے لئے وقف ہو گئے۔

☆ ان خدمات کے ساتھ سلوک کا سفر اور روحانی اسباق بھی جاری تھے۔ ذکر الٰہی آپ کے سانسوں میں رچا بسا تھا' دست بکار دل بیار' آپ کی زندگی تھی۔

ان تمام خدمتوں' محبتوں' عقیدتوں اور شفقتوں کے باوجود آپ کو خلافت شیخؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا

مفتی بشیر احمد پسروریؒ سے حاصل ہوئی!

الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ اتنے طویل عرصے میں تو لوگ دس دس خلافتیں اکٹھی کر لیتے ہیں!

وجہ یہ ہے کہ اس دور میں مرید اپنے باطنی حالات کے بارے میں جھوٹ نہیں بولتا تھا' اور شیخ اپنے سلسلے کے بارے میں غیرت مند اور دیانت دار ہوتا تھا' نااہل اور نامکمل کو ہزار عقیدت و خدمت کے باوجود خلافت نہیں ملتی تھی۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے اجازت نامے میں وضاحت فرمائی ہے کہ ابھی کچھ اسباق کی تکمیل باقی تھی کہ شیخؒ کا انتقال ہو گیا' تکمیل کے بعد اب میں اجازت دے رہا ہوں۔

ہم جس دور میں جی رہے ہیں اس میں یہ بات عجیب سی لگتی ہے۔ اس لئے کہ اب خلافتیں ارزاں ہو گئیں۔ ارشاد کی مسندیں وراثت بن گئیں' روحانی چشمے اسی لئے گدلے ہو گئے کہ اب عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں ہیں۔ الا ماشاء اللہ

دورہ تفسیر سے فراغت کے بعد شیخؒ نے آپ سے ایک معاہدے پر دستخط کروائے..... یہ انجمن کا مطبوعہ معاہدہ ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لاہور کی فضا میں شیخؒ نے کتنی حکمت' استقامت' اور تدبر سے کام کیا' یہ شیخؒ کی محنتوں کے پھل ہیں جو آج ہم چن رہے ہیں!..... معاہدہ یہ تھا کہ "میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ کتاب وسنت کا متبع رہ کر انجمن کے انداز میں درس قرآن حکیم کو زندگی کا نصب العین قرار دیتا ہوں' دینی خدمات کے سلسلے میں تادمِ زیست میری اولین کوشش اس مبارک مقصد میں صرف ہوگی"

بس آپ کی پوری زندگی اس معاہدے کی تعمیل و تکمیل میں بسر ہوئی کہ حکم الٰہی ہے: اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا" (بنی اسرائیل:۳۴)

آپ نے قرآن وسنت کی پیروی کو اپنا شعار بنایا اور شیخ کے طریقے کے مطابق خدمت دین میں جُت گئے اور اس بارے میں اپنی کسی ذاتی پریشانی' بدنی تکلیف اور خاندانی مصروفیت کو آڑے نہیں آنے دیا۔

ایک نظر آپ کی دینی مصروفیات پر ڈالتے ہیں جن کا میں نے آپ کے دور آخر میں مشاہدہ کیا اور جو آج بھی نوجوان علماء اور خدام دین کے لئے باعث حیرت اور قابل رشک ہیں:

مسجد امن باغبانپورہ میں روزانہ نماز فجر کے بعد درس قرآن مجید' ناشتے کے بعد ۱۲ بجے تک طلباء کو پڑھاتے اور اسی دوران میں ضرورتمندوں سے ملاقات بھی کرتے..... کبھی اس وقت میں مطب بھی کیا کرتے تھے اور مطب کے دوران میں حفاظ سے منزل سنا کرتے..... ۱۲ بجے سے نماز ظہر تک کھانا اور آرام۔

نماز ظہر کے بعد درس حدیث شریف اور پھر اسباق' نماز عصر کے بعد سکول کے اساتذہ کو ترجمہ قرآن مجید پڑھاتے اور مسجد کی صفائی ستھرائی میں مصروف ہو جاتے۔ نماز مغرب کے بعد بھی کچھ لوگ پڑھنے آ جاتے' نماز عشاء

کے بعد بھی دو تین منٹ تبلیغ کرتے۔ ہر اتوار کو مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوتی اور ہر نو چندی اتوار کو مجلس ذکر کے ساتھ سوا لاکھ مرتبہ آیت کریمہ کا ورد ہوتا اور لنگر تقسیم کیا جاتا۔

یہ تو مسجد امن کی دینی مصروفیتیں تھیں۔ ہفتہ وار دروس اور ماہانہ مجالس ان کے علاوہ تھیں ہر اتوار کی صبح سنگھ پورہ کے احباب کے گھروں میں درس قرآن مجید اور مجلس ذکر ہوتی اور ہر منگل کو نماز مغرب کے بعد اقبال پارک کی نورانی مسجد میں یہی نورانی محفل ہوتی' ہر بدھ کو قینچی امرسدھو تشریف لے جاتے' عصر کے بعد جامع مسجد عثمانیہ میں درس قرآن مجید' مغرب کے بعد اسی جامع مسجد میں مجلس ذکر' عشا کے بعد جنرل ہسپتال کے مین گیٹ کے سامنے مسجد محمدیہ (یہ مسجد اب روڈ کی توسیع میں آ کر شہید ہوگئی ہے) میں اور یہاں سے فارغ ہو کر جنرل ہسپتال کے نرسنگ ہوسٹل میں درس قرآن مجبد اور ہر ماہ کے آخری جمعہ کو جلوموڑ کی تین مساجد میں عصر' مغرب' عشاء کے بعد درس قرآن مجید اور مجلس ذکر۔ علاوہ ازیں خاص دعوت پر مذکورہ شیڈول سے وقت نکال کر کبھی ہنجر اخورد ضلع قصور کبھی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ' کبھی احمد نگر ضلع گوجرانوالہ اور کبھی ٹیکسلا کی انجینئرنگ یونیورسٹی میں درس قرآن مجید کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں اجتماع ہوتا اور آپ کو موقع ملتا تو دین کی بات کہہ ڈالتے۔ اگر کوئی شخص کہتا کہ اس شیڈول سے ہٹ کر میرے پاس فلاں وقت خالی ہے تو آپ ایک شخص کو بھی قرآن مجید پڑھانے کے لئے آمادہ ہو جاتے!

آپ نے تا صحت ان دینی خدمتوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ انجام دیا۔ گرمی ہو یا سردی' بہار ہو یا خزاں' آندھی ہو یا بارش آپ وقت مقرر پر پہنچ جاتے۔ بعض اوقات موسم کی خرابی کی وجہ سے شرکاء مسجد میں نہ آتے تو آپ ان کے گھر پہنچ جاتے اور انہیں مسجد میں لے آتے۔ ایک مرتبہ عید بدھ کے دن واقع ہوئی قینچی امرسدھو کے احباب کا خیال تھا کہ آج حضرت کہاں آئیں گے! لیکن آپ وقت مقرر پر پہنچ گئے اور اس طرح یہ عملی درس دیا کہ:

لیس العید لمن شرب و اکل انما العید لمن اخلص الله العمل

جتنی روانی اور آسانی سے یہ سطور لکھی اور پڑھی گئی ہیں' آپ کی دینی خدمات اتنی روانی اور آسانی سے انجام نہیں پاتی تھیں' آپ کو رکاوٹوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا' گھریلو مصروفیتیں بھی ہوتی تھیں' لیکن آپ کے ہاں شیخ سے معاہدے کے مطابق' دینی خدمات اولین ترجیح رکھتی تھیں۔

آپ نے اولاد کی شادیاں کیں لیکن مذکورہ شیڈول میں کوئی خلل نہیں آنے دیا۔

مسجد کا کام کرتے ہوئے سیڑھی پھسلی' آپ دوسری منزل سے نیچے فرش پر آ گرے' کمر' ٹانگوں' ہاتھوں پر شدید چوٹیں آئیں لیکن معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مسجد کا پائپ درست کرتے ہوئے سر پر اینٹ آ لگی' سر پھٹ گیا' لیکن حسب معمول قینچی امرسدھو گئے اور تینوں جگہ درس دی۔

ایک مرتبہ قینچی کے لئے روانہ ہو رہے تھے کہ بیٹے نے پوچھا: آپ گھر نہیں گئے؟

فرمایا: کیا ہوا؟ کہا: امی جان باتھ روم میں گر گئی تھیں اور شدید چوٹیں آئیں۔ پوچھا: اب کیا حال ہے؟ کہا: ڈاکٹر نے انجکشن لگایا ہے اور پٹیاں باندھی ہیں' فرمایا: اچھا اللہ حافظ۔

راستے میں خادم نے گھر کے قریب موٹر سائیکل آہستہ کی' لیکن فرمایا: سیدھے چلو' تم معمولات پورا کئے اور پھر گھر تشریف لائے۔ دوسری مجلس میں فرمایا: حضرتؒ کی وصیت تھی: ''اللہ کے کام کو اپنے کام پر مقدم رکھنا!''

قینچی امرسدھو ہی میں ایک دفعہ درس قرآن میں آنکھوں میں شدید جلن شروع ہوگئی' مجبوراً درس بند کرنا پڑے' وہیں لیٹ گئے' فرمایا کسی کے گھر آب زمزم ہو تو لائے۔ کچھ احباب آب زمزم لانے چلے گئے' ایک صاحب ڈاکٹر صاحب کو بلا لائے' ڈاکٹر نے چیک کیا' فوری علاج کی ہدایت کی' دوائیں تجویز کیں' دوائیں آئیں' لیکن آپ نے آب زمزم ہی آنکھوں میں ڈالا' کہ آپ ایلو پیتھک دواؤں سے گریز کرتے تھے اور اسی مبارک پانی سے آپ کو افاقہ بھی گیا۔ واپسی میں فرمایا تو یہ فرمایا: افسوس شیطان لعین نے آج درس قرآن رکوا دیا! اپنی تکلیف کا کوئی ذکر نہیں فرمایا!

ایک مسجد میں درس قرآن دے رہے تھے کہ چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہونے لگے' درس جاری رہا' ختم کے بعد فرمایا: میری قمیص میں دیکھو کیا ہے؟ دیکھا گیا تو ایک موٹی کالی بھڑ ڈس رہی تھی' فرمایا: قرآن مجید کے احترام نے اٹھنے نہیں دیا!

جی ہاں! امام مالکؒ کی اس روایت کو نبھانے کے لئے بڑا حوصلہ چاہیے' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دور میں یہ حوصلہ عطا فرمایا تھا۔

باغبانپورہ کے ابتدائی دور میں آپ ایک مسجد میں درس قرآن دیتے تھے' اہل بدعت کو گوارا نہ ہوا' ایک دن درس کے دوران ہی میں قرآن مجید کے سامنے سے اٹھا لیا اور آپ کو گالیاں دینے لگے۔ آپ نے دعا کی: یا اللہ تیرے پیغمبر ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ بھی لوگوں نے اسی قرآن کی وجہ سے یہی سلوک کیا' انہوں نے صبر کیا' تو نے انہیں اپنی رضا عطا فرمائی' یا اللہ! میں بھی صبر کرتا ہوں' مجھے بھی اپنی رضا عطا فرما!

ایک مسجد میں آپ درس قرآن مجید دیتے تھے اور مجلس ذکر بھی ہوتی تھی' اپنوں کی سستی کی وجہ سے مسجد پر اہل بدعت کا قبضہ ہو گیا.....اور ہمیشہ اپنوں کی سستی ہی نے کام خراب کیا.....اپنوں نے بھی ڈر کے مارے مسجد آنا چھوڑ دیا اور حضرتؒ سے بھی عرض کیا کہ خطرہ ہے' نہ آیا کریں۔ آپ نے فرمایا! جب تک پکڑ کر مسجد سے نکال نہیں دیتے' میں یہاں اللہ کے نام پاک کا ذکر نہیں چھوڑوں گا!

چنانچہ آپ التزام کے ساتھ وقت مقررہ پر تشریف لے جاتے' تنہا بیٹھ کر ذکر میں مشغول رہتے اور چلے آتے' کسی شخص کو آپ کو روکنے یا نکالنے کی ہمت نہ ہوئی' یہی آپ کا معمول رہا' یہاں تک کہ بیماری نے آپ کو بستر تک

محدود کر دیا۔

ایک مرتبہ فیٹیز ہوٹل میں جمعیت کا پروگرام تھا' اس دن آپ کے یہاں مجلس ذکر بھی تھی' میں نے پروگرام میں شرکت کے لئے بہت سے جواز فراہم کئے' کئی فوائد گنوائے' لیکن مسکرا کے فرمایا: سب دیکھا ہوا ہے' جانتا ہوں کیا ہوگا۔

آپ کو اپنی یہ دینی خدمتیں اتنی عزیز تھیں کہ دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں بھی شریک نہیں ہوئے اور عمامہ فضیلت یہیں لاہور آپ کے پاس پہنچا۔ آپ کی کوششوں سے کئی مساجد تعمیر ہوئیں' کئی مدارس قائم ہوئے جو بحمد للہ کام کر رہے ہیں۔

☆ شیخؒ کے انتقال کے بعد آپ ایک مدت تک صبح کے درس قرآن کیلئے شیرانوالا دروازہ جاتے رہے اور تین سال شیخ کی مسند پر علماء کرام کو دورہ تفسیر پڑھایا۔ آپ کی علمی زندگی شیخؒ کے افادات کی تفہیم' تبلیغ اور تسہیل و تلخیص میں بسر ہوئی : ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

☆ کسی چھوٹی' بڑی مجلس میں جہاں آپ کو دین کی خدمت کی امید ہوتی' شرکت کی دعوت قبول فرماتے' اس بارے میں آپ کا طرز عمل حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے ملتا جلتا تھا' اور کیوں نہ ہوتا' آپ صرف علم ہی میں حضرتؒ سے نسبت تلمذ نہیں رکھتے تھے' عمل میں بھی حضرتؒ کی شان جہاد کے امین تھے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ رقمطراز ہیں:

''ایک مرتبہ مسلسل اصرار کے ساتھ عرض کیا گیا کہ حضرت کی صحت اور وقت بہت قیمتی ہے' اس کو صرف ضرورت اور موقع پر صرف ہونا چاہیے''

تو حضرتؒ نے خاکساری اور تواضع سے ڈوبے ہوئے لہجے میں فرمایا:

''آپ لوگ یہ کیا کہتے ہیں' میں کیا ہوں اور میری قیمت کیا ہے' یہ مٹی کا جسم ہے' جب تک چل رہا ہے' اس سے کام لے لینا چاہیے'' (تحدیث نعمت: ص:۲۵۲)

آپ نے بھی مٹی کے جسم کو خوب خوب استعمال کیا اور اللہ کے دین کو خوب پھیلایا۔

☆ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت' ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ اور ۱۹۸۶ء میں تبلیغ دین کے جرم میں پابند سلاسل رہے۔ ان ایام میں جیل کے در و دیوار اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن مجید سے روشن رہتے۔

۸۶ء میں جیل سے رہا ہوئے تو کسی نے پوچھا: آپ کس جرم میں گرفتار ہوئے؟ فرمایا: سزائے موت کا ایک قیدی تھا' وہ تو باہر نہیں آ سکتا تھا' اللہ تعالیٰ مجھے اندر لے گیا اور اسے توبہ کی توفیق ہوگئی۔

۷۷ء کی تحریک میں لاہور میں کرفیو نافذ تھا' آپ تھانے میں نظر بند تھے' جمعہ کے وقت کرفیو میں نرمی ہوئی تو آپ کے تمام مقتدی تھانے پہنچ گئے' آپ نے وہیں خطاب فرمایا' خطبہ دیا اور نماز پڑھائی' یوں تھانے کو آپ نے مسجد

بنادیا:

رند جو ظرف اٹھالے وہی ساغر بن جائے
جس جگہ بیٹھ کے پی لے ' وہی مے خانہ بنے

☆ آپ میں تواضع اور جذبہ خدمت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا' آپ کی گفتگو اور نشست و برخاست سے انکساری جھلکتی تھی۔

حدیث میں ہے کہ ''جو شخص گدھے پر سواری کرتا ہے' وہ تکبر سے بری ہے'' اس دور کا گدھا سائیکل ہے۔ تو جو سائیکل کی سواری کرتا ہے' وہ حدیث کے مطابق تکبر سے بری ہے' غالباً اس حدیث کی روشنی میں ہی آپ نے سائیکل سواری اختیار کی' باغبانپورہ سے شیرانوالا دروازہ' باغبانپورہ سے قینچی امرسدھو اور دوسری جگہوں پر آپ سائیکل پر جایا کرتے تھے۔

داعی سے فرماتے تم چلو' میں آتا ہوں' اور سائیکل پر وقت مقررہ پر پہنچ جاتے' کیا خوب منظر ہوتا تھا کہ ارادت مند تو موٹر سائیکل اور گاڑی پر آرہے ہیں اور ان کا شیخ سائیکل پر آرہا ہے۔

اور یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ جب ہمارے پاس سواریاں سست تھیں ہمارا کام چست تھا' آج ہمارے پاس سواریاں چست ہیں' لیکن ہمارا کام سست ہے۔ کیونکہ بات سواری سے نہیں' سوار سے بنتی ہے!

☆ امامت' خطابت سے لے کر مسجد کی جھاڑ پونچھ حتیٰ کہ بیت الخلاء کی صفائی بھی آپ خود کرتے تھے۔ مسجد کی تعمیر میں معمار اور مزدور کے ساتھ شریک رہتے' ابتداء تعمیر میں جامع مسجد عثمانیہ' قینچی امرسدھو فون کردیتے کہ میں آرہا ہوں' مٹی ڈلوالو' درس اور ذکر سے فارغ ہو کر خود مٹی ڈالنا شروع کردیتے۔ مسجد محمدیہ کی بھی آپ نے اسی طرح خدمت کی۔

☆ ایک مرتبہ بلال پارک تبلیغی مرکز کی مسجد میں ختم قرآن مجید کے موقع پر آپ کو دعوت دی گئی..... یہ ان بھلے وقتوں کا قصہ ہے جب سال لگائے بغیر بھی کوئی شخص عالم اور بزرگ ہوسکتا تھا!..... ختم قرآن سے فارغ ہو کر آپ چل دیئے' کچھ دیر بعد ایک صاحب کسی کام سے باہر نکلے تو دیکھا کہ بیت الخلا کا دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔ حضرتؒ دھوپ میں کھڑے اس کے قبضے ٹھیک کررہے ہیں اور پسینے میں شرابور ہیں' دروازہ ٹھیک ہوگیا تو آپ روانہ ہوگئے۔

یہ ہے خالص جذبہ خدمت! اپنی مسجد کے خادم تو بہت ہوتے ہیں' صرف مسجد کا خادم کوئی کوئی ہوتا ہے!

☆ تواضع کا یہ کیسا عجیب رنگ ہے کہ ایک صاحب نے آپ سے کسی دوسرے ہم مشرب بزرگ کے بارے میں کہا: وہ تو ہر کسی کا ہدیہ قبول کرلیتے ہیں' آپ کیوں نہیں لیتے؟ فرمایا: وہ سمندر ہیں' جو کبھی ناپاک نہیں ہوتا' میں چھوٹا تالاب ہوں' جو تھوڑی سی گندگی سے بھی ناپاک ہوجاتا ہے!

☆ ایک صاحب نے بتلایا کہ میرے والد صاحب کے ساتھ دوستانہ تھا' جب بھی وہ لاہور آتے تو ملنے ضرور جاتے' ایک دفعہ گئے تو دوپہر کا وقت تھا' معلوم ہوا کہ آپ اوپر آرام کے لئے چلے گئے ہیں' ہم واپس آ گئے' دوسری مرتبہ ملاقات ہوئی تو شکوہ کیا کہ بہت دیر کے بعد ملنے آئے ہو!

والد صاحب نے کہا: ایک تو مصروفیت رہی' دوسرے ہم ایک مرتبہ آئے تھے' لیکن آپ کے آرام کا خیال کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

اس پر ناراض ہوئے فرمایا: آپ اپنا آرام چھوڑ کر چالیس میل دور مجھ سے ملنے آئے تو کیا میں اپنا آرام چھوڑ کر دس سیڑھیاں نیچے نہیں آ سکتا تھا!

پھر آپ نے مجھے اکرام ضیف کے ثواب سے محروم کر دیا۔

☆ آپ کے سینے میں ایک دردمند دل تھا' حضرت مولانا ظفر احمد قادری نے ایک مرتبہ آپ سے کہا: دنیا داروں کو تو ہارٹ اٹیک ہوتا ہے ہم فقیروں کو کیوں ہوتا ہے؟

فرمایا: ہمارے دل کوئی پتھر کا ٹکڑا تو ہیں نہیں' آخر ہر وقت جب لوگ اپنا دکھ درد سناتے ہیں' تو اس کا اثر تو ہوگا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے فرمایا' جب کوئی شخص میرے پاس اپنا حال بیان کرتا ہے' تو مجھے اس سے دوچند فکر و تردد اور غم والم ہوتا ہے۔

<u>سچے بزرگوں کی یہی شان ہوتی ہے!</u>

حضرت شیخ التفسیرؒ کے خادم سید محمد حسین شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی' میں مولاناؒ کے پاس آیا' آپ ان دنوں خود بیمار تھے' زبان بند تھی' پیشاب کی بھی تکلیف تھی' لیکن میری تکلیف سے دردمند ہوئے' ٹونٹیوں کے قریب میری چارپائی بچھوادی' میں نے دیکھا' رات کو چار مرتبہ سہارا لے کر میرے پاس آئے' بول نہیں سکتے تھے' آنسو بہتے تھے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے تھے۔

☆ آپ کے ہاں دعا نقد ہوتی تھی' ادھر کسی نے دعا کے لئے کہا' ادھر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

فقیر کے خیال میں یہ حال اس شخص کا ہوتا ہے جو مقام حضوری پر فائز ہو۔

☆ شادی کے سلسلے میں میری جب ان سے ملاقات ہوئی تو کچھ پوچھا نہیں' صرف مجھے دیکھا اور کچھ عرصے بعد مجھے داماد بنالیا' شادی سے پہلے ہمارے گھر گئے نہ شادی کے بعد! مادہ پرستی کے اس دور میں صرف دین کی بنیاد پر شادی کی مثال بہت کم ملے گی۔

☆ آپ کا مسجد سے وہی تعلق تھا جو مچھلی کا پانی سے ہوتا ہے۔ اکثر اوقات بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھے رہتے' رمضان میں کئی مرتبہ موسم گرما میں بیس' تیس دن کا اعتکاف بھی کیا' مسجد میں آپ ہشاش بشاش رہتے تھے۔

نسبت طے ہونے کے بعد پہلی مرتبہ جب بھائی جان کے ساتھ گھر جانا ہوا' تو بیٹھتے ہی ہمیں گھر کے سامنے واقع نوتعمیر مسلم مسجد دکھانے لے چلے' مسجد دکھاتے ہوئے ایک گہری مسرت و بہجت کے آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھے۔

واپس آ کر بیٹھے تو مشکوۃ المصابیح کھول لی' فرمایا: عام طور پر لوگ اذان کے بعد صرف دعائے وسیلہ کرتے ہیں' لیکن یہ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پہلے مجھ پر درود پڑھو پھر میرے لئے دعائے وسیلہ کرو۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے روایت تو پڑھی تھی' لیکن اس جانب توجہ نہیں تھی' عمل اس تنبیہ کے بعد شروع ہوا۔

یہ کیفیت اسی شخص کی ہوسکتی ہے' جسے ہر وقت دین کی دھن لگی ہو۔

☆ ایچی سن کالج میں مجھے ملازمت کی پیشکش ہوئی' میں نے حضرتؒ سے مشورہ کیا' چارپائی پر بیٹھے بیٹھے کچھ دیر مراقبہ کیا' پھر فرمایا: بہتر ہے' پھر دعا کی۔ میں نے ملازمت اختیار کرلی' اللہ تعالیٰ نے اسے میرے لئے بہتر بنادیا۔

☆ آپ گفتگو بہت کم کرتے تھے' آپ کی مجلس خاموش مجلس ہوتی تھی' لیکن حاضرین سکینت کی دولت سے مالا مال ہوجاتے تھے' امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: من لم ینفعه سکوتنا لم ینفعه کلامنا"

''جسے ہمارے سکوت سے فائدہ نہیں ہوا' اسے ہمارے کلام سے فائدہ نہیں ہوگا''

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "من حسن اسلام المرء ترمالا یعنیه" ''حسین مسلمان وہ ہے جو لایعنی ترک کردے'' یہ لایعنی کیا ہے؟

اس کی وضاحت شاہ مینا لکھنویؒ (۱۳۹۸'.....۱۴۷۹ء) کے ایک قول سے ہوتی ہے' جس کے بارے میں نواب حبیب الرحمٰن خان شیروانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کا یہ قول تو دل میں رکھ لینے کے لائق ہے:

''ہر چہ وارئے فرض وواجب وسنت ومستحب وراحت اصحاب است ہماں لایعنی است'' (سفرنامہ ہند: ص ۲۱۹)

حضرتؒ کے اوقات اور مصروفیات گویا اس حدیث کی عملی شرح تھیں' فضول باتوں اور فضول کاموں سے آپ نہایت کبیدہ خاطر ہوتے تھے' اور اس کے آثار آپ کے چہرے سے نمایاں ہوتے تھے۔

☆ کھانے پینے میں آپ اتقا کے بلند مقام پر فائز تھے' بازار کا کھانا' بیکری کی چیزیں کبھی نہیں کھائیں' بوتل کبھی نہیں پی' شادی کا کھانا' میت کے گھر کا کھانا' بے نمازی کا پکایا ہوا کھانا' ختم قرآن کی دعوت نہیں کھاتے تھے' اپنے ہاں مجلس کرنے سے فارغ ہوکر خود لنگر تقسیم کرتے' دوسروں کو کھلاتے' لیکن خود نہیں کھاتے تھے' کوئی دعا یا افتتاح کے لئے بلاتا تو فرمادیتے: میرے لئے کوئی اہتمام ہرگز نہ کرنا''

مجاہدین افغانستان کے لئے امدادی سامان کا ٹرک لے کر پشاور گئے' گھر سے کھانا پکوا کر ساتھ لے لیا' راستے میں کھانا کھایا' مسجد سے پانی پیا' واپسی کے سفر میں روٹیاں سوکھ چکی تھی' پانی میں بھگو کر نرم کرلیں' گھر کی روٹی

کھائی اور مسجد سے پانی پیا۔

مجلس ذکر یا درس قرآن مجید کے لئے جہاں بھی جاتے تھے وہاں کسی کے گھر سے کھانا نہیں کھاتے تھے ایک مرتبہ رمضان المبارک ماہ جون میں آیا حسب معمول قینچی امرسدھو پہنچے درس قرآن مجید سے فارغ ہوئے تو اذان کا وقت ہو چکا تھا مسجد کی ٹونٹی سے پانی لیا اور روزہ افطار کیا۔

آپ مجلس ذکر میں آنے والوں کی خدمت کرتے تھے ان سے خدمت لیتے نہیں تھے ایک مرتبہ ایک صاحب نے گلاس میں پانی پیش فرمایا: آپ مجلس ذکر میں بیٹھتے ہیں میں آپ سے اتنی خدمت لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔

ایک جامعہ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شریک ہوئے چائے آئی تو پینے سے انکار کر دیا فرمایا: مدرسے کی رقم سے ہے تو حرام ذاتی ہے تو بھی اسراف کہ ہم سب ابھی کھا پی کر آئے ہیں اچھا ہوتا کہ یہ رقم مدرسے کے فنڈ میں جمع کروادی جاتی۔

۸۶ء میں پانچ دن جیل میں رہے ان پانچ دنوں میں صرف دو مرتبہ اجازت ملنے پر گھر کا کھانا آپ کو پہنچایا گیا اور وہی کھانا آپ نے کھایا۔

ایک مرتبہ کسی صاحب نے آپ سے اتنی شدت اور احتیاط کی وجہ پوچھی تو فرمایا: ''عبادت میں سرور نہیں رہتا'' سچ ہے:

بر دل سالک ہزاروں غم بود
گرز باغ دل حلالے کم بود

شیخؒ کا جملہ نقل فرماتے تھے کہ: ''نطفہ حرام اور لقمہ حرام میں کوئی فرق نہیں''

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں متقی اور عارف کے مقام کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں:

''پس مرید کے لئے شیخ کا کھانا مباح ہے اور شیخ کے لئے مرید کا کھانا حرام ہے کیونکہ شیخ کو دل کی صفائی اور مرتبے کی بلندی حاصل ہوتی ہے اور وہ مقام حضوری میں ہوتا ہے'' (غنیۃ الطالبین ۲۴۹)

فرمایا: ''حدیث ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ اس کا کھانا پینا کہاں سے ہے تو ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ بھی پروا نہیں کرتا کہ دوزخ کے کس دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ۲۴۵)

فرمایا: ''بعض ایسے آدمی بھی تھے کہ اگر ان کے سامنے مشتبہ کھانا آجاتا تھا تو اس سے ان کو بدبو آتی تھی اور بعض لوگ ایسے تھے کہ مشتبہ لقمہ ان سے چبایا نہیں جاتا تھا کیونکہ وہ منہ میں ریت کی طرح ہو جاتا تھا''

''ان لوگوں کے حال پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عنایت تھی اور اس لئے تھی کہ انہوں نے مشتبہ کھانے سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انکی مدد کی'' (غنیۃ الطالبین: ۲۴۸)

حقیقت یہ ہے کہ کھانے پینے کے بارے میں جو کچھ غنیۃ الطالبین میں پڑھا اور شیخ لاہوریؒ کے بارے میں جو کچھ سنا حضرتؒ اس کا عملی نمونہ تھے اور سچے قادری تھے۔

☆ ختم قرآن مجید کے موقعہ پر ہار پہنانے کا رواج ہے' آپ اسے پسند نہیں فرماتے تھے' کوئی ہار ڈالنے کی کوشش کرتا تو خوش طبعی سے اسے فرماتے: ''ہار اس کے گلے میں ڈالو جو ہارا ہو' ہم تو قرآن پڑھا کر جیتے ہیں' ہم اپنے گلے میں ہار کیوں ڈلوائیں!''

☆ آپ اپنے سفر کا شیڈول اس انداز میں مرتب کرتے تھے کہ نماز کا وقت درمیان میں نہ آئے اور اگر اس سے مفر نہ ہو تو نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جاسکے' ایک مرتبہ فرمایا:

''الحمدللہ زندگی بھر میری جماعت فوت نہیں ہوئی''

☆ آپ نے دعوت وتبلیغ کے کام میں بحث وتکرار اور جدال ونزاع کی راہ نہیں اپنائی۔ آپ کا انداز محبت و نصیحت اور تذکیر وترغیب کا تھا۔ آپ دیوبندی مزاج اور اپنے شیخ کے طریقے کے مطابق سنت میں تفریق کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ نے تاحیات' اپنے اہتمام وانصرام کے ساتھ' شالیمار باغ میں اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام پیروکاروں کے ساتھ مل کر عیدین کی نماز ادا کی آپ کے اخلاص وانکسار کا نتیجہ ہے کہ آج بھی شالیمار باغ میں نماز عیدین میں بھرپور اجتماع ہوتا ہے' اور آپ کے اسی اصلاحی اور اجماعی مزاج کا ثمر تھا کہ آپ کی نماز جنازہ میں فقید المثال اجتماع ہوا' جس میں ہر مسلک کے لوگ بادیدۂ نم شریک ہوئے۔

☆ فوٹو کے بارے میں بھی آپ نہایت درجہ محتاط تھے' فوراً چہرے پر ہاتھ رکھ لیتے' ممکن ہوتا تو فلم لیکر ضائع کر دیتے فوٹو کے بارے میں اب بھی ہمارا فتویٰ یہی ہے کہ حرام ہے۔ لیکن اب ہم اس حرام کو خود دعوت دیتے ہیں' اس کے لئے رقم ادا کرتے ہیں اور مسجدوں میں بھی اس حرام کے ارتکاب سے نہیں چوکتے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب اس فتوے کی خلاف ورزی کرنے والے انگلیوں پر گنے جاتے تھے اب یہ دور ہے کہ اس فتوے پر عمل کرنے والے انگلیوں پر گنے جاتے ہیں۔

یہ ابتلاء عظیم ہے' اللہ معاف فرمائے۔

☆ آپ نہایت قناعت پسند تھے' خوراک نہایت سادہ' لباس معمولی اور رہائش قبر نما حجرہ' جہاں ایک مرتبہ ڈاکٹر آیا تو کہا: یہاں تو میں جھک کر آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا!

آپ کی دینی خدمات کی کامیابی میں ایک بڑا سبب آپ کی قناعت بھی ہے۔ کہنے والے نے خوب کہا:

حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش
ہرچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

☆ آپ کو گرمی دانے بہت نکلتے تھے اور شدید تکلیف ہوتی تھی' درد گردہ کی شکایت بہت پرانی تھی' لیکن آپ کسی کے سامنے تکلیف کا اظہار کرتے تھے نہ معمولات میں فرق آنے دیتے تھے' بغل کے قریب پھوڑا نکلا' تکلیف سے پہلو بدلتے تھے' لیکن معمول جاری رہا' فرماتے تھے'' مخلوق کے سامنے تکلیف کا اظہار خالق کی شکایت ہے''

☆ فرمایا: '' ایک ولی اللہ اس حد تک راضی برضا ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ اس کے جسم کا کوئی حصہ کسی وجہ سے کٹ بھی جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ اس کا کٹ جانا ہی بہتر تھا۔''

☆ فرمایا: ایک عام آدمی اور ولی اللہ میں یہی فرق ہوتا ہے کہ عام آدمی اسباب پر بھروسا کرتا ہے جبکہ ولی اللہ کا اعتماد مسبب الاسباب پر ہوتا ہے۔''

☆ فرمایا:''ہم زبان سے اپنے معاملات اور حالات اللہ کے سپرد کرتے ہیں جبکہ ہمارا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ہمیں جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی عبادت اسے ہم نے یکسر موقوف کر دیا۔ اور جس چیز کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے یعنی رزق' اسے ہم نے اپنا مقصد حیات بنا لیا ہے' حالانکہ اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں۔ اسی طرح دینوی معاملات' جن کے حصول سے ہم قاصر ہیں' لیکن ان کے حصول میں پوری توانائی صرف کرتے ہیں' یہ زبانی توکل کی علامت ہے۔

☆ دوران درس میں بیان کیا: گھر میں روٹی پکی تھی' روٹی کچھ سخت تھی۔ بیٹی نے کہا: ابا جی! یہ آپ کے کھانے کی نہیں ہے' میں اور پکا دیتی ہوں۔ میں نے کہا: کوئی بات نہیں' دانت مضبوط ہیں۔

روٹی کھانا شروع کی' پہلا لقمہ ہی ڈالا تھا کہ دانت تراق سے ٹوٹ کر باہر آ گرا۔ گویا جواب آ گیا: یہ لو دانتوں کی مضبوطی!

☆ فرمایا: انسان جب بچہ ہوتا ہے تو بھولا بھالا اور معصوم ہوتا ہے۔ اس کا مرکز محبت و اعتماد صرف ایک ہوتا ہے' والدین' اسے کائنات کی ساری قوتیں والدین میں مجتمع نظر آتی ہیں۔ اس کی تمام امیدوں کا سہارا بھی والدین ہوتے ہیں اور والدین بھی اسی محبت و اعتماد کی وجہ سے مقدور بھر اس کی خواہشوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے' تو اسے اپنی قوتوں کا ادراک ہوتا ہے' اب یہ اپنے تعلقات اور مراسم پر اور اپنی عقل و تدبیر پر اعتماد کرنے لگتا ہے' یہیں سے اس کی بدبختی کا آغاز ہوتا ہے۔

اگر انسان اپنے اس دور تکلیف میں دورِ عدم تکلیف کی طرح بھولا بھالا بنا رہے اور اس ہستی کو اپنا مرکز محبت و اعتماد بنا لے جو والدین سے کہیں زیادہ مہربان ہے اور تمام خزانوں کی مالک ہے' تو کبھی ذلیل و خوار اور نامراد نہ ہو۔ دیکھئے نماز کی ہر رکعت میں ہمیں یہی سبق تو پڑھایا جاتا ہے۔

"ایاک نعبدو ایاک نستعین" لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے

☆ فرمایا: ٹوپی' پگڑی عزت کا نشان ہے' مسلمان قوم نے جب سے یہ اختیار خود اپنے سر سے عزت کا نشان اتارا' اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے عزت چھین لی''

☆ ایک مرتبہ "نحن أبناء الله و احباؤه (المائدۃ:۱۸) کے درس میں فرمایا:

یہ صاحبزادگی کا زعم یہودی مرض ہے۔ جس نے انہیں عملی طور پر کھوکھلا کر دیا تھا' افسوس ہماری جماعت میں یہ یہودی بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے۔

کیا عجب ہے کہ جو اکابر پوری زندگی 'صاحب' کے خلاف جہاد کرتے رہے آج ان کی اولاد اپنے قلم سے اپنے آپ کو صاحبزادہ لکھتی ہے۔

شیخؒ کے ارشاد کے مطابق یہ شیطان ہے' جو اولاد کو اس راہ پر لگا کر بزرگوں سے اپنے بدلے چکا رہا ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے پاس ان کے ایک فرزند بیٹھے تھے' کسی صاحب نے پوچھا: شاہ جی! یہ صاحبزادہ ہے؟ فرمایا: نہیں بھائی نہیں' یہ میرا اپنا بیٹا ہے!

☆ آپ کو اپنے بزرگوں کی طرح پاکستان سے گہری محبت تھی' پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لئے دعائیں کرتے' لوگوں کو وعظ و درس میں پاکستان کی قدر کرنے کی تلقین کرتے' سورۃ الفیل کے درس میں فرمایا کرتے تھے:

اس سورۃ میں کوئی حکم ہے نہ نہی' صرف بیان واقعہ ہے جو اپنے اندر یہ عظیم درس عبرت لئے ہوئے ہے کہ شعائر اللہ کی بے ادبی ناقابل معافی جرم ہے۔

شعائر اللہ کیا ہیں؟

کتاب اللہ' بیت اللہ' رسول اللہ' انہی کے ساتھ ملحق ہیں اہل اللہ' اور عبادۃ اللہ' مناسک اللہ' اور جس دور میں اللہ جس چیز کو اپنی قدرت کا نشان بنا دے جیسے ناقۃ اللہ (الشمس:۱۳) مائدۃ اللہ (المائدہ:۱۱۴)

شعائر اللہ کے توہین کرنے والا ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

پاکستان صرف اور صرف اللہ کے نام پر اور اللہ کی نصرت سے حاصل ہوا' بیچارگی' بے سروسامانی اور مخالفتوں کے طوفان میں اتنی عظیم مملکت کا حصول عطیہ خداوندی نہیں تو کیا ہے؟

اس لئے ممالک کی صف میں پاکستان اللہ کے نشان کی حیثیت رکھتا ہے اور شعائر اللہ میں داخل ہے۔

یاد رکھئے کہ جو اللہ کے نشان پاکستان کی توہین کرے گا' اس کے خلاف سازش کرے گا' اس سرزمین کو اس کے مقصد کے خلاف استعمال کرے گا' وہ ذلیل وخوار ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

☆ قرآن مجید اور ذکر الٰہی کا چرچا آپ کی زندگی کا ہدف تھا' خود آپ کا قلب ذکر الٰہی میں جاری رہتا تھا' دل کی دھڑکنوں سے اللہ اللہ کی صدا اٹھتی تھی' جسے ہر معانقہ کرنے والا محسوس کرتا تھا۔ زندگی کے آخری اڑھائی' تین سال'

فالج سے آپ کی قوت گویائی تو متاثر ہوئی' لیکن اہل نظر دیکھتے تھے کہ دل بدستور ذکر الٰہی میں مصروف ہے۔

☆ کبھی کبھی آپ فرماتے: اللہ کا نام پاک ہر شئی میں جلوہ گر ہے۔ اپنا دایاں ہاتھ پشت سے' بایاں ہاتھ ہتھیلی رخ سے دیکھو' "اللہ" لکھا ہوا دکھائی دے گا۔

دائیں ہتھیلی پر ۱۸' اور بائیں ہتھیلی پر ۸۱ رقم ہے' مجموعہ ۹۹ ننانوے بنتا ہے۔ جو اسماء حسنیٰ کی ماثور تعداد ہے' خوبی یہ ہے کہ جلالی اسماء ۱۸ ہیں جمالی اسماء ۸۱ ہیں۔

انسان ہاتھوں سے کام کرتا ہے تو گویا اللہ نے انسان کے ہاتھوں کی اپنے نام پاک کے مطابق صورت بنا کر اور اس کے ہاتھوں پر اپنے اسماء کی تعداد رقم فرما کر یہ تعلیم فرمایا ہے کہ تمہارے تمام کام میرے نام کے وسیلے سے پورے ہوں گے۔ "ولله الاسماء الحسنى فادعوه بها" (الاعراف:۱۸۰)

کبھی فرماتے: سجدے کی حالت میں انسان اسم "محمد" (ﷺ) کی صورت پر ہوتا ہے اور سجدہ اللہ سے انتہائی قرب کی حالت ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ تمہیں اللہ کا نہایت درجہ قرب محمد ﷺ کی صورت و سیرت اپنانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔

☆ آپ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہوا' لیکن اس کے لئے پہلے حضرت شاہ ولی اللہؒ کا قصہ سنیئے: شاہ صاحبؒ کے میرے بھائی اور برادر نسبتی شاہ محمد عاشق پھلتیؒ "القول الجلی فی ذکر آثار الولی" میں لکھتے ہیں:

"شعبان ۱۱۷۴ھ میں شاہ صاحب بڈھانے میں مقیم اور حسب عادت اعتکاف اربعین میں تھے کہ بازو میں درد محسوس ہونے لگا' درد جب شدید ہو گیا تو خلوت موقوف فرما کر علاج کی طرف توجہ فرمائی' درد کے ازالے کے بعد پھر خلوت اختیار فرمالی تو درد پھر عود آیا' جو علاج سے زائل تو ہو گیا' مگر سقوط اشتہا' صلابت معدہ' سوء تنفس اور سوء القنیہ کے عوارض لاحق ہو گئے۔

مقامی اطباء کے علاج سے جب افاقہ نہیں ہوا تو دہلی سے ایک عقیدت کیش اور فاضل طبیب بڈھانے آئے اور معالجہ کا آغاز کیا' مگر عوارض میں تخفیف نہیں ہوئی تو ۸ ذی الحجہ کو دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں متعدد اطباء نے اپنی تشخیص کے مطابق تدابیر کیں مگر عوارض میں اشتداد ہی ہوتا گیا۔

ایک دن طبیعت زیادہ بگڑ گئی' اطراف سرد ہو گئے' نبض غائب ہو گئی تو معالج مایوس ہو گئے۔ اسی حالت میں ایک دن حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ عیادت کے لئے تشریف لائے اور تخلیہ کر کے ڈیڑھ گھنٹہ تک مراقبہ کیا' مرزا صاحبؒ کے رخصت ہوتے ہی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی اور آناً فاناً موت کے آثار مترتب ہونے لگے یہاں تک کہ ظہر کے وقت ۳۰ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ کو وصال ہو گیا" (ص ۲۵۹' ۲۶۴' بحوالہ ماہنامہ البیان' محرم' صفر ۱۴۱۱ھ کراچی)

حضرتؒ بھی فالج کے حملے سے متاثر ہو کر اڑھائی' تین سال چارپائی پر رہے' تکلیف کے باوجود صبر مجسم بنے

ہوئے تھے' طبیعت ایک ہی حالت پر چل رہی تھی' کہ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء کو حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ دوپہر کے قریب عیادت کے لئے تشریف لائے' تخلیہ ہوا' کافی دیر تشریف فرما رہے' اس دوران میں دونوں قادری بزرگوں کے درمیان روحانی لائن پر کیا گفتگو ہوئی' ہم نہیں جانتے' ہم نے تو اتنا دیکھا کہ شیخ درخواستیؒ کے جانے کے بعد حالت بدلنا شروع ہوئی' رات کو حرارت بڑھ گئی اور ۱۴ دسمبر کی تاریخ شروع ہونے پر تقریباً تہجد کے وقت آپ نے آخری سانس لئے اور یوں قافلہ ولی اللہی کا ایک عظیم فرد ولی اللہی انداز میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمارے بعد بہت روئے ہم کو اہل وفا
کہ ہمارے مٹنے سے مہرو وفا کا نام مٹا

☆ آپ کی وفات کے بعد میرا ارادہ تھا کہ آپ کے حالات زندگی قلمبند کروں گا' کچھ مواد بھی فراہم ہو گیا کہ ۱۷ اگست ۱۹۹۷ء کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب نے ایک صاف ستھرے نوح پر لکھا:

''ہمارے حضرت وصی المشائخ ہیں''

خیال رہے کہ سونے سے پہلے یہ بات ذہن میں تھی اور نہ ہی میں نے یہ لقب کہیں پڑھا تھا' بہرحال اس شخص نے یہ لکھا تو حضرتؒ نے ایک جلالی کیفیت سے لوح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا میں نے تمہیں یہ کام کہا تھا''

آج حضرت مولانا محمد اسحاق قادریؒ ہی نہیں تمام اکابرؒ کی ارواح ہم سے یہ سوال کر رہی ہیں:

کیا ہم نے تمہیں یہی کام کہے تھے' جو تم کر رہے ہو! وما علینا البلاغ المبین۔

مراجع

(۱) تحدیث نعمت' مولانا محمد منظور نعمانیؒ' کتب خانہ الفرقان لکھنو

(۲) سفرنامہ ہند' پروفیسر محمد اسلم' ریاض برادرز لاہور (۳) غنیۃ الطالبین' شیخ عبدالقادر جیلانیؒ' مکتبہ رحمانیہ لاہور

(۴) ماہنامہ البیان' محرم' صفر ۱۴۱۱ھ اگست ۱۹۹۰ء کراچی

(**نوٹ**) گزشتہ شمارہ نومبر ۲۰۰۳ء کے صفحہ ۲۹ کی آخری سطر میں کتابت کی ایک غلطی ہوئی ہے۔ جسے قارئین الحق درست فرمائیں۔

مسئلہ: قرآن شریف میں دیکھ کر تراویح پڑھانا یا دیکھ کر تراویح میں قرآن کریم سننا اور قاری کو فتح دینا دونوں مفسدات نماز میں سے ہیں۔